محمد جعفر پھلواروی

نکاح نابالغہ اور خیار فسخ

(۲)

مسلک شافعیہ

الگ زاویۂ نگاہ

شوافع کے نزدیک ولی مجبر صرف باپ یا دادا ہوتا ہے[1] ان کے نزدیک بھی ولی مجبر کا کرایا ہوا نکاح ناقابل فسخ ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں اجبار کی علت نابالغی ہے اور شافعیہ کے نزدیک بکارت ہے۔ یعنی حنفیہ کے ہاں لڑکی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اگر وہ نابالغہ ہے تو ولی کو حق ہے کہ وہ اس سے پوچھے اور اطلاع دیے بغیر ہی جہاں چاہے بیاہ دے اور شافعیہ کے نزدیک لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ اگر وہ باکرہ ہے تو اس کی مرضی کے بغیر ولی مجبر جہاں چاہے بیاہ سکتا ہے لیکن اگر ثیبہ ہے تو خواہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو اس کی مرضی کے بغیر اسے کہیں بھی نہیں بیاہا جاسکتا۔

شرح وقایہ صفحہ ۲۱ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"اعلم ان ولایة الاجبار ثابتة علی الصغیر دون البالغة عندنا۔ و عند الشافعی ثابتة علی البکر دون الثیب۔

ہم حنفیوں کے نزدیک بالغہ پر جبری ولایت نہیں۔ نابالغہ پر ہے اور شافعیوں کے نزدیک باکرہ پر جبری[2] ولایت ہوگی ثیبہ پر نہیں ہوگی ....

---

[1] مالک کے نزدیک ولی مجبر صرف باپ ہوتا ہے (ملاحظہ ہو ہدایہ مجتبائی ص ۲۹۶) باقی اگلے صفحہ پر

صحت نکاح

ہاں شافعیوں کے ہاں اگر ولی مجبر نابالغہ کا نکاح کرا دے تو یہ نکاح اس وقت صحیح ہوگا جب:

۱۔ زوج لڑکی کا کفو ہو۔

۲۔ اتنا صاحب حیثیت ہو کہ مہر ادا کر سکے۔

۳۔ ولی اور اس بچی کے درمیان کوئی ظاہری یا باطنی عداوت نہ ہو۔

۴۔ زوج اور اس بچی کے درمیان بھی کوئی ظاہری عناد نہ ہو[۱] اور شوہر اس کے تنفر یا کسی برے سلوک کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

اگر ان چاروں میں سے ایک شرط کا بھی فقدان ہو تو وہ نکاح ہی درست نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو الفقہ علی المذاہب الاربعہ' مطبوعہ مصر ۱۹۳۹ء جلد ۴ ص ۳۵)

یا اس سرے یا اس سرے

شافعیہ ایک پہلو میں تو حنفیہ سے زیادہ ترقی پسند ہیں کہ ان کے نزدیک ولی مجبر اگر نابالغہ کا نکاح کرا دے تو جب تک مذکورہ بالا چار شرطیں پوری نہ ہوں وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ لیکن دوسرے پہلو سے ان کا مسلک ایسا ہے جو حنفیہ سے بہت پیچھے ہے۔ نقلاً بھی اور عقلاً بھی حنفیہ کے نزدیک اجبار کی علت کم سنی ہے۔ یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے کیونکہ صغیرہ قوت فیصلہ نہیں رکھتی اور باپ دادا سے یہی توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اس کے بھلے کا کام کریں گے۔ لیکن شافعیہ کے نزدیک علت اجبار بکارت ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر پانچ یا چھ سال کی بچی کی جان کو خطرے میں ڈال کر اس کا بوالہوس شوہر شبیہ کر ڈالے پھر طلاق دے دے یا مر جائے تو صرف اتنی سی بات سے وہ بچی صاحب عقل و دانش اور قوت فیصلہ کی مالک بن جائے

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) [۲] مالکیہ کے ہاں باپ باکرہ کا ولی مجبر ہے خواہ وہ کمسن ہو یا بالغہ عاقلہ (ملاحظہ ہو الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۴ ص ۳۳)

[۱] باطنی عناد کا علم تو خدا ہی کو ہو سکتا ہے اس لیے اگر یہ ہو تو نکاح درست ہوگا لیکن اس سے پہلے نمبر ۳ میں جو باطنی عداوت کا ذکر ہے اس کا پتہ کیسے چلے گا۔

گی۔ اور ولی کو جبر کا اختیار نہیں رہے گا۔ لیکن اگر وہ باکرہ ہے تو خواہ پچیس سال کی ہو اور ڈبل ایم۔ اے ہو وہ بے عقل شمار ہو گی۔ اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے حق سے محروم رہے گی۔ ولی اس سے پوچھے بغیر اسے جہاں چاہے بیاہ دے۔ اسے جانا پڑے گا۔ وہ رشتہ اسے کتنا ہی ناپسند ہو مگر اسے مجال دم زدن نہیں ہو گی۔

احادیث کیا کہتی ہیں

یہ تو عقل کی باتیں ہوئیں۔ اگر آپ یہ فرما کر ہمیں خاموش کرنا چاہیں کہ دین کے معاملے میں عقل کو دخل نہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اس مسلک کو نقل کی کسوٹی پر بھی کس لیا جائے؟ ہم آپ کا تھوڑا سا وقت اور لینا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ خود کر لیجیے گا۔

۱۔ ان جارية بكرا اتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ان اباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم (ملاحظہ ہو ابوداؤد "باب في البكر يزوجها ابوها ولا يستأمرها۔ ابن ماجه باب من زوج ابنته وهي كارهة۔ نسائی باب ـــــــــ۔ بيهقي باب ماجاء في انكاح الآباء الابكار۔ احمد في مسنده۔ خطيب بغدادي في تاريخه۔ ابن القطان في كتابه۔ دارقطني ص ۳۰۷۔ وغيرهم عن ابن عباس و ابن عمر وجابر وعائشه وجبير بن مطعم ونافع)

یعنی ایک باکرہ حضورؐ کے پاس آئی اور کہا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ اور وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔ تو حضورؐ نے اسے اختیار دے دیا کہ وہ خواہ اس نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کر دے)۔

۲۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البكر تستامر في نفسها و اذنها صماتها (مسلم باب استيذان الثيب في النكاح والبكر في السكوت۔ عن ابن عباس)

"حضورؐ نے فرمایا کہ باکرہ سے اس کے بارے میں مشورہ کرلیا جائے اور اس کی خاموشی اجازت ہے۔

۳- ان رجلا زوج ابنته وهی بکر من غیر امرها فاتت النبی صلی اللہ علیه وسلم ففرق بینهما (دارقطنی ۳۰۷ عن جابر)

ایک شخص نے اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے بغیر ہی کردیا۔ وہ حضورؐ کے پاس آئی تو حضورؐ نے دونوں (میاں بیوی) میں تفریق کرادی۔

۴- ان رجلا زوج ابنته بکرا فکرهت ذلك فرد النبی صلی اللہ علیه وسلم نکاحها (دارقطنی ص ۳۸۸ عن ابن عمر)

ایک شخص نے اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح کردیا جسے اس نے ناپسند کیا تو حضورؐ نے اس کا نکاح رد کردیا۔

۵- کان النبی صلی اللہ علیه وسلم ینتزع النساء من ازواجهن ثیبا و ابکارا بعد ان یزوجهن الاباء اذا کرهن ذلك (دارقطنی ص ۳۸۵ عن ابن عمر)

آں حضورؐ ان عورتوں کو شوہروں سے الگ فرمادیا کرتے تھے خواہ وہ ثیبہ ہوں یا باکرہ جن کا نکاح ان کے باپ کردیتے اور وہ اسے ناپسند کرتیں۔

۶- ان النبی صلی اللہ علیه وسلم رد نکاح بکر و ثیب انکحهما ابوهما و هما کارهتان فرد النبی صلی اللہ علیه وسلم نکاحهما (دارقطنی ص عن ابن عباس)

حضورؐ باکرہ اور ثیبہ دونوں ہی کے نکاحوں کو رد فرمادیتے تھے جن کو ان کے باپوں نے کرادیا ہو اور وہ اسے پسند نہ کرتی ہوں۔

۷- جاءت فتاة الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقالت یارسول اللہ ان ابی

زوجنی ابن اخیہ لیرفع بی خسیستہ قال فجعل الامر الیھا۔ فقالت انی قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شیئ (نسائی باب البکر یزوجھا ابوھی کارھۃ عن عائشۃ وابن ماجۃ فی کتاب النکاح)

ایک جوان عورت نے حضورؐ کے پاس آکرکہا کہ یارسول اللہ میرے باپ نے اپنے برادر زادے سے میرا نکاح کر دیا ہے تاکہ میرے ذریعے اس کی کمتری دور کرے تو حضورؐ نے اس کا اختیار اسی کو دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اب میں اپنے باپ کے کام کو قبول کرتی ہوں۔ میں تو یہ چاہتی تھی عورتوں کو علم ہو جائے کہ باپوں کو اس معاملے میں کوئی دخل یا اختیار نہیں۔

۸۔ الثیب احق بنفسھا من ولیھا والبکر یستامرھا ابوھا فی نفسھا (مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح عن ابن عباس)۔

ثیبہ اپنی ذات کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور باکرہ کے بارے میں اس کا باپ مشورہ لے۔

۹۔ الایم احق بنفسھا والبکر تستاذن (ایضاً)

بے زوج ثیبہ اپنی نفس کی زیادہ حقدار ہے اور باکرہ سے اذن لیا جاتا ہے۔

۱۰۔ لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن (صحاح فی النکاح عن عدۃ صحابہ)

بالغہ ثیبہ کا نکاح بغیر مشورے کے اور باکرہ کا بغیر اذن کے نہ کیا جائے (تلک عشرۃ کاملہ)

یہ وہ ارشادات نبوی ہیں جو مختلف کتب احادیث میں، مختلف اسناد سے، مختلف صحابہ کی زبانی اور مختلف الفاظ میں بیان ہوئے ہیں اور سب کا مفہوم ایک ہی ہے کہ بلا اجازت باپ بھی (ثیبہ الغہ تو الگ رہی) باکرہ بالغہ کا بھی نکاح نہ کرائے۔ حنفیہ نے اپنی فقہ میں اس کا پورا لحاظ رکھا ہے اور وہ بالغہ باکرہ

کے بلا اذن نکاح کے بالکل قائل نہیں۔ لیکن شافعیہ نے ان تمام روایات کو کیوں نظر انداز کر دیا اور ہر باکرہ ــــ خواہ نابالغ ہو یا بالغ ــــ کے لیے بلا اذن جبراً نکاح کو کس طرح ولی د باپ) کے لیے جائز قرار دیا یہ ہمارے ناقص فہم سے بالاتر ہے۔ ثیبہ کتنی ہی خرد سال ہو اس کا اذن ضروری اور باکرہ کتنی ہی سن رسیدہ ہو اس کی مرضی کی خلاف جبری نکاح بھی نا قابلِ فسخ۔ یا للعجب۔

دوسرے مجتہدین کیا کہتے ہیں

اوپر جو دس روائتیں نقل کی گئی ہیں ان میں بعض مرسل ہیں اور بعض متصل اور بعض اسناد کے راوی مجروح یا مجہول بھی ہیں۔ ہم نے ان بحثوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ امام زیلعی کی نصب الرایہ کی کتاب النکاح میں یہ تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ بہر کیف ان روایات سے بعض ائمہ جس نتیجے پر پہنچے ہیں ان کی ایک جھلک یہاں بھی دیکھ لیجیے۔ جو ہم بغیۃ الالمعی فی تخریج الزیلعی سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ ابن الترکمانی الجوہر النقی علی ہامش سنن البیہقی ج ۷ص ۱۱۴ میں کہتے ہیں:

قوله صلی اللہ علیہ وسلم ولا تنکح البکر حتی تستاذن دلیل علی ان البکر البالغة لا یجبرها ابوها ولا غیرہ۔

حضورؐ کا یہ ارشاد کہ "بلا اذن" باکرہ بالغہ کا نکاح نہ کیا جائے ؛ اس بات کی دلیل ہے کہ بالغہ باکرہ کو نہ اس کا باپ مجبور کر سکتا ہے نہ کوئی دوسرا۔

۲۔ ابن منذر کہتے ہیں:

ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح البکر حتی تستاذن وهو قول عام وکل من عقد علی خلاف ما شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فهو باطل ولیس لاحد ان یستثنی من السنته الا مثلها فلما ثبت ان ابا بکر الصدیق زوج عائشہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهی صغیرة لا امر لها کان ذلک مستثنی منه۔

یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ باکرہ کا بلا اذن نکاح نہ کیا جائے۔ یہ عام فرمان ہے

اور جو حضورؐ کی مشروع کردہ بات کے خلاف حکم لگاتا ہے وہ باطل ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ اس سنت میں کوئی استثنا پیدا کرے بجز اس چیز کے جو ویسی دوسری سنت موجود ہو۔ جب یہ ثابت[1] ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عائشہؓ کو کم سنی میں جب کہ ان کو کوئی اختیار نہ تھا حضورؐ سے بیاہ دیا تو یہ اس دعام سنت اسے مستثنیٰ ہو گا۔

سید خود صاحب بغیۃ الالمعی اس کے بعد کہتے ہیں۔

وقوله عليه السلام فى حديث ابن عباس ان جارية بكرا اتت النبى صلى الله عليه وسلم فذكرت له ان اباها زوجها وهى كارهة الحديث فترك الشافعى منطوق هذه الادلة واستدل بمفهوم حديث الثيب احق بنفسها وقال هذا يدل على ان البكر بخلافها وقال ابن رشد العموم اولى من المفهوم بلا خلاف لاسيما وفى حديث مسلم: البكر يستامرها ابوها۔ وهو نص فى موضع الخلاف - وقال ابن حزم ما نعلم لمن اجاز على البكر البالغة انكاح ابيها لها بغير امرها متعلقا اصلا - وذهب بن جرير ايضا الى ان البكر البالغة لا تجبر واجاب عن حديث: الايم احق بنفسها بان الايم من لا زوج له رجلا او امرأة بكرا او ثيبا لقوله تعالى وانكحوا الايامى منكم والصالحين) وكرر ذكر البكر بقوله: والبكر تستاذن واذنها صماتها للفرق بين الاذنين اذن الثيب واذن البكر ومن اول الايم بالبكر اخطا فى تاويله وخالف سلف الامة وخلفها فى اجازتهم لوالدة الصغيرة تزوجها بكرا كانت او

---

[1] مشکل یہ ہے کہ یہ بھی ثابت نہیں جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔

ثیبا من غیر خلاف۔ وفی التمھید ۔ ملخصا ۔ قال ابوحنیفہ و اصحابہ والثوری والاوزاعی والحسن بن حیّ والبوثور وابوعبید: لایجوز للاب ان یزوج بنتہ البالغۃ بکرا او ثیبا الاباذنہا۔ والایم التی لا زوج لہا بکرا او ثیبا لحدیث: الایم احق بنفسہا وحدیث: لا تنکح البکر حتی تستاذن علی عمومہا۔ وخص منہا الصغیرۃ لقصۃ عائشہ (حاشیہ نصب الرایہ ص ۱۹۴-۱۹۵ طبع ۱۳۵۸ھ - ۱۹۳۸ء)۔

ابن عباس کی بیان کردہ حدیث جو یہ ہے کہ: ایک باکرہ نے آکر حضورؐ سے شکایت کی کہ میرے باپ نے میری ناپسندیدگی کے باوجود میرا نکاح کرادیا: لہٰذا اس مضمون کی کئی دوسری حدیثوں کے منطوق کو چھوڑ کر امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ: ثیب اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ باکرہ ثیبہ سے الگ چیز ہے۔ ابن رشد کا کہنا ہے کہ: عموم کو بلا اختلاف مفہوم پر ترجیح حاصل ہے خصوصاً جب کہ مسلم کی یہ حدیث موجود ہے کہ: باکرہ سے اس کا باپ مشورہ کرلے۔ اس اختلاف کے موقع پر یہ حدیث نص ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ: جو شخص باکرہ بالغہ سے اذن لیے بغیر باپ کے لیے اس کا نکاح کرادینے کو جائز کہتا ہے اس کی تائید میں مجھے کسی دلیل کا علم نہیں۔ ابن جریر بھی اس طرف گئے ہیں کہ: باکرہ بالغہ پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ "الثیب احق بنفسہا (ثیبہ اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے) کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ایم کہتے ہیں بے زوج کو۔ وہ مرد یا عورت باکرہ ہو ثیبہ جیساکہ ارشاد ربانی ہے: " وانکحوا الایامی منکم (اپنے بے زوجوں کا نکاح کرادو)۔ حضورؐ نے جو آگے پھر مزید فرمایا کہ: باکرہ سے اذن لے لیا جائے اور خاموشی اس کا اذن ہے وہ ثیب اور باکرہ کے اذنوں میں فرق پیدا کرنے کے لیے ہے ۔ اور جو ایّم کے معنی ثیب کے لیتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

اور سلف امت اور خلف امت کی مخالفت کرنا ہے جنھوں نے بلا اختلاف نابالغہ کا نکاح کرادینے کی باپ کو اجازت دی ہے۔ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ "تمہید" میں ہے کہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ثوری، اوزاعی، حسن بن حی۔ ابو ثور اور ابو عبید سب کے سب یہ کہتے ہیں کہ باپ کا اپنی باکرہ یا ثیبہ لڑکی کو جو بالغہ ہو، بلا اذن بیاہ دینا جائز ہی نہیں۔ ایم وہ عورت ہے جس کا کوئی شوہر نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ لہذا حدیث: الایم احق بنفسہا اور حدیث لا تنکح البکر حتی تستاذن دونوں اپنے اپنے عموم پر ہیں۔ جن میں نابالغہ کو نکاح عائشہ کی وجہ سے خاص کر لیا گیا ہے۔

کم سن محل اذن ہی نہیں

نکاح عائشہ کا جو ذکر اس عبارت میں موجود ہے اس کا ہم اوپر تجزیہ کر چکے ہیں۔ یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ لہذا اس مفروضے پر نکاح صغیرہ سے جو استدلال کیا گیا ہے۔ وہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ساری تاریخ میں نکاح صغیرہ کی یہی دلیل رہ گئی ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہاں ہم نے یہ عبارت صرف اس لیے پیش کی ہے کہ باکرہ بالغہ کا حق اذن سلب کرنے کا جو اجتہادی تسامح امام شافعی سے ہوا ہے اس کے خلاف رائے رکھنے میں ہم تنہا نہیں۔ سلف سے خلف تک کے مجتہدین کا انبوہ عظیم ہمارے ساتھ ہے۔ اور اگر یہ نہ بھی ہوتا تو روایات و احادیث کی پوری فوج کیا کم تھی؟ بہر حال حنفیہ کے ہاں تو صرف نابالغہ کا اذن سلب کیا ہے کیونکہ وہ محل اذن ہی نہیں لیکن شافعیہ نے تو باکرہ بالغہ کا بھی حق اذن ختم کر دیا ہے۔ صرف اس جرم میں کہ وہ ثیبہ کیوں نہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ نابالغہ ثیبہ کو محل اذن نہ ہونے کے باوجود حق اذن بخش دیا ہے۔ صرف اس خوشی میں وہ ثیبہ ہو چکی ہے۔ مگر نابالغ باکرہ کو اس حق سے محروم کرنے میں دونوں شریک ہیں۔ بالغ ہو چکنے کے بعد بھی دونوں کے نزدیک اس غریب کا جبری نکاح ناقابل فسخ ہے۔ اگر باپ نے کرا دیا ہو۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ نابالغہ کا نکاح کوئی نکاح ہی نہیں۔ تاوقتیکہ وہ بالغ و راشد ہو کر قولاً یا عملاً اپنی رضامندی نہ دے دے۔ کیا ہم توقع رکھیں کہ ہمارے دور کے علما و فقہاء اس مسئلے پر ازسرنو غور فرما کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

ذرا ٹھہریے

ہاں ابھی ذرا ٹھہریے۔ جلدی نہ کیجیے۔ ہم جو کچھ اوپر عرض کر چکے ہیں۔ اس میں آپ کو کئی طرح کے شکوک پیدا ہو رہے ہوں گے۔ اور یہ شبہ ہو رہا ہو گا کہ ہم نے بہت سی باتیں اپنے دل سے گھڑ کر اور رائج الوقت تقلید سے ہٹ کر کہی ہیں۔ اچھا تو سب سے پہلے ایک فتویٰ سن لیجیے۔

امام ابن شُبرمہ

...... بخلاف ما یقول ابن شُبْرُمہ وابوبکر الاصم انہ لا یزوج الصغیر والصغیرۃ حتی یبلغا لقولہ تعالیٰ حتیٰ "اذا بلغوا النکاح" فلو جاز التزویج قبل البلوغ لم یکن لھذا فائدۃ (المبسوط للسرخسی ج ۴ ص ۱۹۳)۔

...... بخلاف اس کے جو ابن شبرمہ اور ابوبکر اصم کہتے ہیں کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' حتی اذا بلغوا النکاح' (جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں) پس اگر بلوغ سے پہلے ہی نکاح جائز ہوتا تو اس ارشاد کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔

امام ابن حزم

لا یجوز للاب ولا لغیرہ النکاح الصغیر الذکر حتی یبلغ فان فعل فھو منسوخ ابدا (علینی ج)

باپ ہو یا کوئی اور نابالغ لڑکے کا نکاح کرانا اس وقت تک اس کے لیے جائز نہیں جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ اور اگر ایسا کیا تو یہ نکاح ہمیشہ (یا ہمیشہ کے لیے) منسوخ ہو گا۔

ہمارا گناہ تو صرف یہ ہے کہ امام ابن حزم کے فتوے میں صغیر کے ساتھ صغیرہ کا اضافہ کر کے اور امام شبرمہ اور امام ابوبکر اصم کی صف میں لانا چاہتے ہیں۔ امام ابن شبرمہ یمن اور کوفے کے قاضی رہ چکے

ہیں اور امام ابوحنیفہ کے متوازی ان کے فتوے چلتے تھے۔ فتوے میں ضرب المثل تھے۔ حضرت انس سے بھی روایت کرتے ہیں۔ ۱۴۴ھ میں وفات پائی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح و رخصتی سے یہ ناواقف تھے۔ ۱۳۴۲ھ میں مصر کے تمام علما کی متفقہ رائے سے امام ابن شبرمہ ہی کے مذہب کے مطابق وہاں ان کے قانون کی دفعہ ۶ نافذ ہوئی جس کے رو سے شادی کی عمر لڑکے کے لیے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لیے سولہ سال مقرر ہوئی۔ (القضا فی الاسلام ص)۔

امام ابوحنیفہ اور سن بلوغ

اور امام ابوحنیفہ (شادی کے لیے نہ سہی) اگر بلوغ کی جو عمر مانتے ہیں وہ یوں ہے:

اما بلوغهما بالسن فقد رای ابوحنیفه رحمة الله فی الجاریة بسبع عشرة سنته وفی الغلام بتسع عشرة سنة (مبسوط ج ۶ ص ۵۳) والیغو عمدة القادی للعینی ج ۶ ص ۳۷۳۔

عینی شرح بخاری میں امام ابوحنیفہ کی رائے کے بعد شافعی اور دوسرے ائمہ کی رائے یوں لکھتے ہیں:

. . . . واعتبو خمس عشرة سنة فی الذکور والاناث ومذهب ابی یوسف ومحمد کمذهب الشافعی وبه قال الاوزاعی وابن وهب والماجشون۔ یعنی شافعی، ابویوسف، محمد، اوزاعی، ابن وہب اور ماجشون مرد و زن دونوں کے لیے عمر بلوغ پندرہ سال مانتے ہیں۔ (ص ۳۷۴ ج ۶)۔

یعنی امام ابوحنیفہ بلوغ کی عمر لڑکی کے لیے سترہ سال اور لڑکے کے لیے انیس سال سمجھتے ہیں۔

مبسوط کی اس روایت سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ امام اعظم بلوغ کے لیے پہلے مادۂ تولید یا پہلے قطرۂ خون کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے پیش نظر بلوغ جسمانی کی بجائے بلوغ عقلی تھا۔ پس صحیح مسلک حنفی یہ ہے کہ عورت کو سترہ سال ختم ہونے کے بعد بالغہ تسلیم کیا جائے خواہ وہ بارہ ہی سال میں پہلا قطرۂ خون کیوں نہ دیکھ لے۔

بحث ختم

ہماری آخری رائے اس معاملے میں یہی ہے کہ اولاً تو نابالغی کی شادی قانوناً ممنوع ہونی چاہیے کیونکہ ماخذِ شریعت میں اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ لیکن بعض شدید مجبوریوں یا ضرورتوں کے لیے جن کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے، کمسنی کی شادی کی اگر اجازت دی جائے تو خیارِ فسخ کے لیے بلوغ کی وہ عمر رکھنی چاہیے جو امام اعظم ابوحنیفہ نے رکھی ہے۔ یعنی سترہ سال یا مسلک امام ابن شبرمہ کے مطابق سولہ سال۔ اس طرح حنفی مسلک مجروح نہ ہو گا۔ ہمارے حنفی علماء نے تو کئی مسئلوں میں حنفی مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلکوں کو قبول کر لیا ہے اور انہی کے مطابق فتوے دیے ہیں۔ جب اس سے ان کی حنفیت میں کوئی فرق نہیں آتا تو اس مسلک کو قبول کرنے میں حنفیت کا کیا نقصان ہوگا جس کی گنجائش خود امام اعظم کے قول میں موجود ہے۔

مسلک مالکیہ

مالکیہ کے ہاں ولی مجبر صرف باپ ہے یا اس کا وصی یا حاکم وقت۔ ومثل الاب الوصیّ والحاکم (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۳۳)۔ ولی مجبر عاقل بالغ لڑکی کا بھی مجبر ہے اگر وہ باکرہ ہے جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہے:

یختص ایضا بجبر الکبیرۃ البالغۃ العاقلۃ اذا کانت بکرا (ایضا ص ۳۲)

لیکن غیر مجبر ولی کسی حالت میں بھی نکاح کرانے کا اختیار نہیں رکھتا اور اگر وہ بالغ کا نکاح کرا دے تو خواہ دخول بھی ہو چکا ہو اور کتنا ہی وقت گزر چکا ہو اسے فسخ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے عیاں ہے:

اما الولی غیر المجبر فلیس لہ تزویج ھؤلاء علی ای حال علی المشھور فان فعل یفسخ النکاح مطلقا ولو دخل وطال الزمن وقیل لا یفسخ بعد الدخول وطول الزمن (ایضا ص ۳۴)

نیز ولی غیر مجبر نابالغہ کا نکاح اذن کے بغیر کرا ہی نہیں سکتا۔ نابالغہ کا اذن چونکہ معتبر نہیں اس لیے

جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اس کا نکاح ہی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو یہ عبارت:

ویختص الولی غیراً المجبر بتزویج من علیہا الولایۃ باذنہا ورضاہا اذا کانت کبیرۃ عاقلۃ۔ فلیس لہ ایضا ان یزوج الصغیرۃ ومن فی حکمہا مطلقا لانہ لیس لہ حق التزویج الا اذا استأذن ورضیت۔ والصغیرۃ لا یعتبر اذنہا فتبقی بلا زوج حتی تبلغ (ایضاً ص ۳۴)۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ ولی مجبر کو بھی نابالغہ کو بیاہنے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر وہ کسی مجبوری سے ایسا کرے تو اسے بالغہ ہونے کے بعد ایک معقول عرصے تک حق فسخ ہونا چاہیے۔ اور اس کے لیے اس مدت سے آگے جانے کی ضرورت نہیں جو بلوغ کے لیے امام ابوحنیفہ یا امام ابن تیمیہ نے مقرر کی ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی بتا آئے ہیں۔

مسلک حنبلی

حنبلیوں کے ہاں باپ بلا اذن نکاح کرا سکتا ہے مگر اس لڑکی کا جو باکرہ ہو خواہ بالغہ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر ثیبہ ہو تو نو سال سے کم کی ہو۔ اگر ثیبہ نو سال یا اس سے زیادہ کی ہو تو بلا اذن و رضا ولی مجبر اس کا نکاح نہیں کرا سکتا۔ ملاحظہ ہو یہ عبارت:

ویختص الولی المجبر باجبار غیر المکلف۔ وھو الصغیر۔ بکراً کانت او ثیبا وھی من کانت دون تسع سنین۔ اما التی لہا تسع سنین وکانت ثیبا فلیس علیہا جبر لان اذنہا معتبر فلا بد من اذنہا۔ ویختص ایضا باجبار البکر البالغۃ عاقلۃ کانت او مجنونۃ۔ فللاب ان یزوجہن بدون اذنہن ورضاھن لمن یشاء الا لمن بہ عیب یجعل لہا حق خیار الفسخ کان یکون مجبوبا۔ ۔ ۔ ۔

اما للثیب البالغۃ او التی لہا تسع سنین فانہ لا یصح تزویجہا بدون

اذنہا ورضاھا . . . . واما الولی غیر المجبر فلیس لہ ان یزوج من لہ علیہا الولایۃ الا باذنہا و . . . . الخ (ایضاً ص ۲۶-۲۷)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ حنبلیوں کے ہاں اجبار کی علت کمسنی نہیں بلکہ بکارت ہے۔ اس میں حنبلی مسلک شافعی مسلک سے ملتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حنابلہ کے ہاں نو سال سے کم کی ثیبہ بھی باکرہ ہی کی طرح مجبور ہے۔

۲۔ غیر مجبر ولی گویا بے اختیار سی چیز ہے کیونکہ بالغہ اور نو سال کی ثیبہ کو وہ بلا اجازت و رضامندی بیاہ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر نو سال سے کم عمر کی ہو تو اس کا نکاح ہی درست نہیں کیونکہ اس کا اذن ہی نامعتبر ہے تا آنکہ باکرہ بالغ ہو جائے اور ثیبہ صغیرہ نو سال کی ہو جائے۔ یہاں حنفی مسلک مالکی مسلک کی طرح ہے۔

اس لیے یہاں بھی ہم وہی گزارش کریں گے جو اوپر مالکی مسلک کے ذکر کے بعد کر چکے ہیں۔